تحقیق وتنقید
حافظ محمد زبیر

پروفیسر خورشید عالم، علامہ البانیؒ اور چہرے کا پردہ

ماہنامہ 'اشراق' مارچ ۲۰۰۹ء کے شمارے میں پروفیسر خورشید صاحب کا مضمون 'چہرے کا پردہ احادیث و آثار کی روشنی میں' میں شائع ہوا۔ایک زمانے میں جبکہ پروفیسر صاحب چہرے کے پردے کے موضوع پر ماہنامہ 'اشراق' میں لکھ رہے تھے، ہم نے اُنہیں یہ مشورہ دیا تھا کہ اگر واقعتاً وہ اس موضوع پر کوئی سنجیدہ اور علمی کام کرنا چاہتے ہیں تو وہ علامہ البانیؒ کی کتابوں: جلباب المرأة المسلمة اور الردّ المفحم کا ترجمہ کر دیں۔ بہر حال اس موضوع پر ایک کتاب لکھنے کے بعد پروفیسر صاحب کو اس کا احساس پیدا ہو ہی گیا ہے تو یہ ایک خوش آئند بات ہے۔پروفیسر صاحب کے 'اشراق' میں شائع شدہ حالیہ مضمون میں علامہ البانی کی ان دو کتابوں میں بیان شدہ احادیث اور آثار کا ترجمہ اور تشریح شائع کی گئی ہے۔

پروفیسر صاحب حقیقت چھپانے میں یدِطولیٰ رکھتے ہیں اور اپنے حالیہ مضمون میں اُنہوں نے علامہ البانیؒ کے صحیح موقف پر پردہ ڈالنے کے لیے زبان و بیان کی تمام صلاحیتیں کھپا دی ہیں۔ پروفیسر صاحب جب ماہنامہ 'اشراق' میں چہرے کے پردے پر مضامین لکھ رہے تھے یا بعد میں اُنہوں نے ان مضامین کو ایک کتابی شکل میں شائع کیا یا حال ہی میں اُنہوں نے ایک نیا مضمون اس موضوع پر لکھا، ان کی اس ساری تحقیق کا مرکز و محور علامہ البانیؒ اور ان کے دلائل ہیں،لیکن مجال ہے کہ اپنے سلسلۂ مضامین یا کتاب یا اپنے حالیہ مضمون میں اُنہوں نے علامہ البانیؒ کے موقف کو صحیح طور پر نقل کیا ہو۔

پروفیسر صاحب خود بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اُنہوں نے اس مسئلے میں علامہ البانیؒ سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے،لیکن علامہ البانیؒ کے وہ دلائل تو دھڑا دھڑ نقل کر دیتے ہیں جو چہرے کے پردے کے عدمِ وجوب کے بارے میں ہیں جبکہ چہرے کے پردے کے

www.KitaboSunnat.com

استحباب کے بارے میں علامہ البانیؒ کے بیان کردہ دلائل یا موقف کو وہ ہمیشہ چھپانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

ہم نے پروفیسر صاحب کو اپنی تحریروں میں بعض دفعہ متوجہ بھی کیا، لیکن اُنہوں نے اس کے باوجود کتمانِ حقیقت کے اپنے اس مشن کو جاری رکھا۔ ذیل میں ہم پروفیسر صاحب کے حالیہ مضمون کا بھانڈا پھوڑ رہے ہیں جس میں اُنہوں نے علامہ البانیؒ کا ایسا موقف بیان کرنے کی کوشش کی ہے جو ان کا درحقیقت نہیں ہے۔ پروفیسر صاحب اپنے حالیہ مضمون کا خلاصہ نکالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''علامہ البانیؒ کی رائے کے مطابق چہرے اور ہاتھوں کو نہ عادتاً چھپایا جا سکتا ہے، نہ عبادتاً''

(ماہنامہ اشراق: مارچ ۲۰۰۹ء، ص ٦٧)

اب علامہ البانیؒ کی اس مسئلے پر عبارتیں ملحوظ فرمائیں:

علامہ البانیؒ فرماتے ہیں:

نلفّتُ نظر النساء المؤمنات إلى أن كشف الوجه وإن كان جائزًا، فستره أفضل (حجاب المرأة المسلمة از علامہ البانیؒ: ص ۵)

''ہم عورتوں کو اس بات کی توجہ دلاتے ہیں کہ چہرہ کھلا رکھنے کا اگرچہ جواز ہے، لیکن اس کا ڈھانپنا افضل ہے''۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

فمن حجب ذلك (أي الوجه والكفين) أيضًا منهن فذلك ما نستحبه لهن وندعو إليه (حجاب المرأة المسلمة: ص ۸)

''جس نے ان دونوں (یعنی چہرے اور ہاتھوں) کو ڈھانپا تو اسی بات کو ہم مستحب سمجھتے ہیں اور اسی کی دعوت دیتے ہیں۔''

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

ويقابل هؤلاء طائفة أخرٰى يرون أن ستره بدعة وتنطع في الدين، كما قد بلغنا عن بعض من يتمسك بما ثبت في السنة في بعض البلاد اللبنانية، فإلى هؤلاء الإخوان وغيرهم نسوق الكلمة التالية ليعلم أن

ستر الوجه والكفين له أصل في السنة ، وقد كان ذلك معهودًا في زمنه ﷺ ....(حجاب المرأة المسلمة:ص ٢٧)

''اور اس کے بالمقابل ایک دوسرا گروہ ہے جن کا خیال یہ ہے کہ چہرے کا پردہ بدعت ہے اور دین میں ایک نئی ایجاد ہے ۔جیسا کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ لبنان کے بعض علاقوں کے رہنے والے حاملینِ سنت نے بھی ایسی بات کہی ہے ۔ ہم اپنے ان بھائیوں اور ان کے علاوہ دوسروں کے لیے بھی ذیل میں چند دلائل بیان کرتے ہیں جس سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ چہرے اور دونوں ہاتھوں کے ڈھانپنے کی اصل قرآن وسنت میں موجود ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں عورتیں اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ ڈھانپتی تھیں......''

اس کے بعد علامہ البانیؒ نے گیارہ کے قریب احادیث اور آثارِ صحابہؓ سے استدلال کرتے ہوئے اپنی اس بحث کو واضح فرمایا جن کی اسناد اور ان کی تحقیق حجاب المرأة المسلمة کے صفحات ۴۷ تا ۵۳ پر دیکھی جاسکتی ہیں۔

علامہ البانیؒ کی جو آخری کتاب حجاب کے موضوع پر شائع ہوئی اس کا عنوان یہ ہے:

الرد المفحم علىٰ من خالف العلماء وتشدَّد وتعصَّب، وألزم المرأة بستر وجهها وكفيها وأوجب ولم يقتنع بقولهم: إنه سنة ومستحب

''اس شخص کا منہ توڑ جواب کہ جس نے تشدد اور تعصب سے کام لیتے ہوئے علماء کی مخالفت کی اور عورت کے لیے اس کے چہرے اور ہاتھوں کا ڈھانپنا واجب قرار دیا اور اس نے علما کے اس قول پر اکتفا نہ کیا کہ عورت کے لیے اپنے چہرے کو ڈھانپنا سنت اور مستحب ہے۔''

پس معلوم ہوا کہ علامہ البانیؒ کا آخری موقف بھی یہ تھا کہ چہرے کا پردہ مستحب ہے نہ کہ واجب، جبکہ پروفیسر صاحب کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے تو مسلمان عورتوں کے چہروں کے پردے اُتروانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔جیسا کہ پروفیسر صاحب اس موضوع پر اپنی حالیہ کتاب کا انتساب اپنی والدہ کی طرف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''انتساب اپنی والدہ مرحومہ کے نام جنھوں نے گاؤں میں اور پھر شہر میں کھلے چہرے کے ساتھ انتہائی پاکیزہ زندگی گزاری۔''

('چہرے کا پردہ واجب یا غیر واجب': از پروفیسر خورشید عالم، طبع دار التذکیر)

www.KitaboSunnat.com

دوسری طرف علامہ البانیؒ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

فبينا ما يجب على المرأة وما يحسن بها، من التزم الواجب فبها ونعمت، ومن أخذ بالأحسن فهو أفضل وهٰذا هو الذي التزمتُه عمليا مع زوجي وأرجو الله تعالى أن يوفقني لمثله مع بناتي حين يبلغن

(حجاب المرأة المسلمة: ص ۷)

''پس ہم نے اچھی طرح سے واضح کر دیا ہے کہ عورت کے لیے کیا واجب ہے اور کیا مستحسن؟ جس نے واجب کو مضبوطی سے پکڑا تو وہ اس کو کفایت کرے گا اور وہ بہتر ہے۔ اور جس نے احسن (یعنی چہرے کے پردہ) کو پکڑا تو وہ افضل ہے۔ اور یہ (چہرے کا پردہ) وہی ہے جس کا التزام میں نے ازدواجی زندگی میں اپنی بیوی کے ساتھ کیا ہے اور میں اللہ سے اُمید کرتا ہوں کہ وہ مجھے اسی بات (چہرے کے پردے) کی اپنی بیٹیوں کے بارے میں بھی توفیق دے جب وہ جوان ہوجائیں۔''

کیا اس تقابلی مطالعے کے بعد بھی کوئی پروفیسر صاحب کے اس دعوے پر یقین رکھ سکتا ہے کہ چہرے کے پردے کے بارے میں ان کا موقف بھی وہی ہے جو علامہ البانی کا ہے۔ علامہ البانیؒ تو مسلمان عورت کے لیے چہرہ ڈھانپنے کے داعی ہیں جبکہ پروفیسر صاحب مسلمان عورتوں کے نقاب اُتروانے کے ٹھیکے دار بنے ہوئے ہیں۔

پروفیسر صاحب کو ابھی تک ہمت نہیں ہوئی اور نہ ہی کبھی ہوگی کہ وہ اپنے کسی مضمون میں یہ لکھ سکیں کہ وہ چہرے کے پردے کو مستحب سمجھتے ہیں۔ پروفیسر صاحب اپنے ہر مضمون میں بار بار کہتے ہیں کہ چہرے کا پردہ غیر واجب ہے۔ غیر واجب کا مطلب کیا ہے؟ غیر واجب یا تو مستحب ہوگا یا مباح ہوگا یا مکروہ ہوگا یا حرام بھی ہوسکتا ہے۔ اگر پروفیسر صاحب کی غیر واجب سے مراد مستحب ہے تو اس کو اپنے کسی مضمون میں لکھ کیوں نہیں دیتے!؟ اپنی کتاب کا عنوان یہ کیوں نہیں رکھتے: 'چہرے کا پردہ واجب یا مستحب'؟ پروفیسر صاحب درحقیقت علامہ البانیؒ جیسے سلف کے موقف کو اپنے بدعتی موقف کے ساتھ خلط ملط کرنا چاہتے ہیں۔ اس مقصود کے حصول کے لیے وہ غیر واجب جیسی مبہم اصطلاحات کا سہارا تلاش کرتے ہیں۔

علامہ البانیؒ چہرے کے پردے کو مستحب سمجھتے ہیں اور کسی عمل کے مستحب کا مطلب یہ نہیں

www.KitaboSunnat.com

ہوتا کہ اس کو نہ کیا جائے یا اس کے نہ کرنے کی لوگوں کو دعوت دی جائے مثلاً پانچ نمازوں کی سنن ہیں، اب سنن کے مستحب ہونے کا یہ مفہوم قطعاً نہیں ہے کہ کوئی شخص ان کے چھوڑنے کو افضل سمجھے اور ان کی ادائیگی کو مشقت قرار دیتے ہوئے اُمتِ مسلمہ کو ان کے چھوڑنے کی تلقین کرے۔

پروفیسر صاحب کا معاملہ یہ ہے کہ وہ زبانی کلامی اس بات کا اقرار کرتے نظر آتے ہیں کہ ان کا موقف علامہ البانیؒ والا ہی ہے، لیکن وہ اس موقف کے داعی نہیں بنتے جب بھی وہ اس موضوع پر قلم اُٹھاتے ہیں تو ایک تو وہ چہرے کے پردے کے قائلین پر تنقید کرتے ہیں، دوسرا وہ چہرے کا پردہ نہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور اسے مشقت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ پروفیسر صاحب اپنی تحقیقات میں جن بعض سلف صالحین کے اقوال کے حوالے دیتے ہیں، وہ چہرے کے پردے کے داعی ہیں اور عورت کے لیے چہرہ ڈھانپنے کو، نہ ڈھانپنے سے افضل سمجھتے ہیں۔ افسوس کہ یہ منکرین حجاب مستحب کی اصطلاحی تعریف سے بھی واقف نہیں ہیں۔ اُصولیین نے مستحب یا سنت کی جو تعریف کی ہے، وہ یہ ہے:

> هو ما طلب الشارع فعله من المكلف طلبًا غير حتم (أصول الفقه الإسلامي للدكتور وهبة الزحيلي: ١/٧٦، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
>
> ''(مندوب یا مستحب سے مراد) وہ فعل ہے کہ جس کا شارع نے مکلّف سے مطالبہ کیا ہو، لیکن اسے لازم قرار نہ دیا۔''

گویا کہ مستحب وہ ہوتا ہے کہ جس کے کرنے کا شارع نے مطالبہ کیا ہو، لیکن اس کے کرنے کو لازم قرار نہ دیا ہو یعنی اگر اسے کرے گا تو ثواب ملے گا اور نہ کرے گا تو گنہگار نہیں ہو گا۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سلف میں چہرے کے پردے کے بارے میں تین موقف موجود ہیں، بعض سلف صالحین کے نزدیک یہ شرعاً واجب ہے جبکہ بعض فقہا اس کو شرعاً مستحب قرار دیتے ہیں اور سدذریعہ کے طور پر واجب قرار دیتے ہیں، جبکہ بہت ہی کم تعداد ایسے علما کی ہے جو اس کو نہ تو شرعاً واجب سمجھتے ہیں اور نہ ہی سد ذریعہ کے طور پر، بلکہ ہر حال میں مستحب قرار دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک پہلا موقف دلائل کی روشنی میں قوی اور راجح

www.KitaboSunnat.com

ہے اور ہم دوسرا موقف رکھنے والے علماء وفقہاء کو بھی 'عند اللہ مأجور' سمجھتے ہیں، کیونکہ اُنہوں نے اپنی بساط میں اجتہاد کر کے قرآن وسنت سے اللہ کے حکم کو معلوم کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ اس کے اہل بھی تھے اور مخلص بھی تھے۔ لیکن سلف میں سے کسی عالم کا بھی ایسا قول موجود نہیں ہے کہ جس میں چہرے کے پردے کو بدعت یا ایک تہذیبی روایت کہا گیا ہو اور جو نام نہاد سکالرز چہرے کے پردے کو بدعت یا ایک تہذیبی روایت یا دین میں مشقت کہتے ہیں تو یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے بارے میں قرآن نے فرمایا ہے: ﴿اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے۔

علماے اہل سنت میں سے کسی کا بھی یہ دعویٰ نہیں ہے کہ عورت کے لیے اپنا چہرہ کھلا رکھنا واجب یا افضل ہے۔ علما کی بحث اس مسئلے میں صرف اس بات تک محدود ہے کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے یا نہیں؟ یعنی عورت اپنا چہرہ کھلا رکھنے کی وجہ سے گنہگار ہو گی یا نہیں؟ جہاں تک چہرے کے پردے کے مستحب ہونے کا تعلق ہے تو تمام علما اس بات کے قائل ہیں کہ کم ازکم چہرے کا پردہ مستحب ہے، ماسواے عصر حاضر کے بعض متجددین کے جو چہرے کے پردے کو اپنی کم علمی کی وجہ سے بدعت قرار دینے کی طرف مائل ہیں۔

مذاہبِ اربعہ کے متبعین، جمہور علماے متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ چہرے کا پردہ کرنا شرعاً واجب ہے۔ عصر حاضر میں علامہ البانیؒ نے چہرے کے پردے کے بارے میں استحباب کا موقف پورے شد و مد کے ساتھ پیش کیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ علامہ البانیؒ کے دَور اور مابعد کے تمام نام نہاد محققین حضرات نے علامہ البانیؒ کے ہی بیان کردہ دلائل اور تحقیق کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ جہاں تک علامہ البانیؒ کی بات ہے تو ہم ان کو اس حدیث «إذا حکم الحاکم ثم أصاب فله أجران وإذا حکم فاجتهد ثم أخطأ فله أجر» کے مصداق کے طور پر معذور اور عند اللہ ماجور سمجھتے ہیں، لیکن منکرین حجاب سے ہم یہ گزارش کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ اس موضوع پر قلم اُٹھاتے وقت اپنے بدعی موقف کے ساتھ علامہ البانیؒ یا دیگر علماے سلف کے موقف کو خلط ملط نہ کریں۔ دراصل یہ حضرات مغرب کی اندھی تقلید میں پردے کو روایت پسندی قرار دیتے ہیں جبکہ بعض علماے سلف اور علامہ البانیؒ کے نزدیک چہرے کا پردہ

www.KitaboSunnat.com

مستحب ہے۔

یہاں ہم اس بات کا تذکرہ کرنا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے اس موقف پر ایک کتاب ترتیب دی ہے جو زیر طباعت ہے اور اس میں منکرین حجاب اور مستحبین نقاب کے تمام ان دلائل کا ایک علمی محاکمہ پیش کیا گیا ہے کہ جو وہ چہرے کے پردے کے عدمِ وجوب کے بارے میں پیش کرتے ہیں۔خصوصاً علامہ البانیؒ کے دلائل کا بصد احترام ایک علمی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

جبکہ حال ہی میں 'چہرے کا پردہ: واجب یا غیر واجب؟' کے نام سے لاہور کے ایک مکتبہ 'دار التذکیر' نے ایک کتاب شائع کی ہے۔اس کتاب کے ٹائٹل پر مصنف کا نام 'پروفیسر خورشید عالم' لکھا ہے ۔ یہ وہی خورشید صاحب ہیں کہ جن ذکرِ خیر ہم اوپر کررہے تھے۔ اس کتاب میں راقم الحروف کے کچھ مضامین بھی شامل تھے جس پر مجھے حیرانگی ہوئی کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ میری ہی تحریریں میری کسی اجازت کے بغیر کسی مکتبے نے شائع کر دی ہوں۔ بلاشبہ 'دار التذکیر' کی میرے ان مضامین کی میری اجازت کے بغیر اشاعت ایک غیر قانونی، غیر اخلاقی اور غیر شرعی حرکت تھی۔ جب میں نے اس بارے میں 'دار التذکیر' کے مالک احسن تہامی صاحب سے رابطہ کیا کہ میرے کچھ مضامین آپ کے ادارے کی شائع شدہ کتاب میں میری اجازت کے بغیر کس طرح شائع ہو گئے تو اُنہوں نے کہا: ان سے غلطی ہوگئی ہے اور اُنہوں نے اس معاملے میں اصل اعتماد پروفیسر خورشید صاحب پر کیا تھا۔

دوسرے دن میری پروفیسر صاحب سے جب ملاقات ہوئی تو اُنہوں نے بھی کہا کہ مجھے کسی ایسے قانون کا علم نہ تھا۔ میں تو آپ کے ان مضامین کو پبلک پراپرٹی سمجھتا تھا، لہٰذا آپ مجھے عدالت کے جس کٹہرے میں کھڑا کرنا چاہیں، میں کھڑا ہونے کو تیار ہوں۔ جواباً میں نے اُنہیں عرض کیا: میں نے اپنے ان مضامین کو تصحیح وتہذیب، حک واضافہ، تنقیح وتخریج اور اسلوبِ بیان کی کئی ایک بنیادی تبدیلیوں سے گزارنے کے بعد ایک کتابی شکل دے دی ہے اور وہ قرآن اکیڈمی کے مکتبہ میں زیر طبع ہے اور ہر مصنف ایسا کرتا ہے اور یہ اس کا بنیادی حق ہے۔

اس پر پروفیسر صاحب نے حیرانی کا اظہار فرمایا اور مجھے کہنے لگے: آئندہ اس کتاب کی

www.KitaboSunnat.com

اشاعت نہیں ہو گی اور اب بھی جو اشاعت ہو گئی ہے تو اس کتاب کو کس نے پڑھنا ہے؟ لہٰذا آپ زیادہ پریشان نہ ہوں۔لیکن پروفیسر صاحب کی اس معذرت کے باوجود اسی کتاب پر کسی صاحب نے ماہنامہ 'الشریعہ' گوجرانوالہ میں تبصرہ فرمایا ہے۔

اس پر میں یہی کہنا چاہوں گا کہ پروفیسر صاحب نے میری اجازت کے بغیر میری کچھ تحریریں اپنی کتاب میں شامل کی ہیں اوراس کتاب کو وہ ایک علمی مکالمے کا رنگ دینے کی کوشش کی ہے، یہ ان کی طرف سے ایک غیر اخلاقی ' غیر شرعی اور غیر قانونی حرکت ہے۔اس طرح تو جو شخص چاہے، کسی دوسرے عالم دین' محقق یا طالبِ علم کی تحریر پر تعلیق و حواشی رقم کرتے ہوئے اس کو شائع کر دے یا صدرِ مجلس بنتے ہوئے اس نام نہاد علمی مکالمے کے آخر میں اپنا تبصرہ شائع کردے تو کیا یہ ایک مناسب حرکت ہو گی؟ پروفیسر صاحب نے یہی حرکت کی ہے۔کچھ میری تحریریں لے لیں، کچھ اپنی لے لیں اور آخر میں صدرِ مجلس کا فریضہ از خود سر انجام دیتے ہوئے اپنا ایک جامع تبصرہ بیان کیا اور اسے علمی مکالمے کے نام سے کتابی شکل میں شائع فرمادیا۔ بہر حال پروفیسر صاحب عمر کے جس حصے میں ہیں، ان کو عدالت کے کسی کٹہرے میں کھڑا کرنا ہم مناسب نہیں سمجھتے۔ اللہ ان کو اور ہم سب کو ہدایت دے اور حقیقت اور حق کو بیان کرنے کی توفیق دے۔

www.KitaboSunnat.com